دہشت گردی کے بارے میں
اسلامی نقطۂ نظر

اشتیاق احمد الاعظمی ۔ مئوناتھ بھنجن یوپی (بھارت)

دہشت گردی کی تعریف اسلامی نقطۂ نظر سے:۔

دہشت گردی: مختلف افراد یا جماعتوں یا حکومتوں کی طرف سے کسی انسان پر ظلم وستم اور جارحانہ سرگرمیوں کو کہتے ہیں، جس سے انسانی جان ومال اوراس کے دین وعقیدہ کو خطرہ لاحق ہو، دہشت گردی کے ضمن میں تشدد، خوف وہراس، ایذارسانی، بلاسبب قتل اور انسانی جان کے ضائع کیے جانے کی دھمکیاں بھی شامل ہیں، اسی طرح دشمنی میں کسی کو خوفزدہ کرنا، ڈاکہ ورہزنی کی واردات، شدت پسندانہ سرگرمیاں اورلوٹ مار کی وہ تمام شکلیں دہشت گردی میں شمار کی جائیں گی جو مجرمین سے انفرادی یا اجتماعی طور پر سرزد ہوں اوراس مقصد کے لیے لوگوں میں مجرمین کا رعب ودبدبہ طاری ہو جائے۔جس سے جان ومال، امن وسلامتی، انسانی زندگی اور اسکی آزادی کو خطرہ لاحق ہو، اسی طرح معاشرہ اور سوسائٹیز میں ایسی فضا پیدا کرنا جس سے لوگون میں بے چینی یا توڑ پھوڑ کر کے فتنہ وفساد، املاک وجائدادنجی یا قومی اسباب ووسائل، قومی سماجی نفع بخش اور مصنوعی وطبعی وسائل کی تباہی کا خطرہ ہو۔

یہ ہے دہشت گردی کی اسلامی نقطہ نظر سے تعریف جسے اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے سولہویں اجلاس میں جوشوال ۱۴۲۲ھ مین مکہ مکرمہ میں منعقد ہوا تھا، متفقہ طور پر پیش کیا گیا تھا، جسے "بیان مکہ المکرمہ" کے زیرعنوان شائع کیا گیا، تعریف کا عربی متن یوں ہے:

الارھاب: ھو اعدوان الذی یمارسه افراد او جماعات او دول بغیا علی الانسان: (دینه ودمه وعقله وماله وعرضه) و یشمل صنوف التخویف والاذی والتحدید والقتل بغیر حق و ما یتصل بصوز الحزابة واخافة السبیل وقطع الطریق وکل فعل من افعال الضعف او التهدید

یقع تنفیذ المشروع اجرا فی فردی او جماعی ویعدف الی القاد الرعب بین الناس او متردیہم بایذائہم او تعریض صیاتہم او صریتہم او امنہم او اموالہم للخطرہ ومن صنوفہ الحات الضرر بالسبئہ او باحد المرافق والاملاك العامة او الهاصہ او تعریض احد الموارد الوطنیة او الطبیعة للخطر فکل ہذا من صور الفساد فی امراج التی نہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ المسلمین عنہا فی قولہ " ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یجب المفسدین " (سورۃ القصص/۸۸)

صحیفہ العالم الاسلامی الصاذرۃ من بمکۃ المکرمۃ الربطۃ (رقم العدد ۱۸۳۹)

حکومتوں کا اپنے ملک میں بسنے والوں اور وہاں کے مختلف طبقات کے درمیان عدل و مساوات کا سلوک نہ کرنا، بعض طبقات کے ساتھ سیاسی و معاشی، ثقافتی ناانصافی کو روا رکھنا اور ان کے جان و مال کے تحفظ میں دانستہ کوتاہی کرنا کھلی ہوئی سرکاری دہشت گردی اور حکومت غنڈہ گردی ہے، سرکاری دہشت گردی کی مختلف شکلیں دیکھنے کو مل رہی ہیں۔

ا۔ثقافتی وفکری دہشت گردی:۔

ہندوستان جیسے سیکولر ملک کے اندر تعلیم کا بھگوا کرن اور ھندتو کا احیاء اور تاریخی واقعات و حوادث اور حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش اقلیتوں کے خلاف تقریر و تحریر کے ذریعہ شعلا اگلنا اور نفرت کے بیج بولنا۔

۲۔مذہبی دہشت گردی:

کسی سرکار کا اپنے ملک میں بسنے والی کسی مذہبی اقلیت کی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کو خاطر خواہ تحفظ فراہم نہ کرنا اور تاریخی مسجدوں اور گرجا گھروں کو منہدم کرنے والوں کو کھلی چھوٹ دیکر انہیں کارسیوک کے خطاب سے نوازنا، اقلیتوں کے خلاف اسلحہ استعمال کرنے کی ٹریننگ کا کیمپ حکومت کی معاون کا پارٹیوں کا چلانا ترشول بانٹنا اور مسلمانوں سے لڑنے کے لیے مختلف ناموں سے سینائیں بنانا۔

دوسری طرف مسلمان اگر قانون کے دائرہ میں رہ کر بھی دین پر عمل کریں اور اپنا حق مانگیں یا

حق استعمال کریں تو انہیں ٹاڈا اور پوٹو جیسے قوانین کا سہارا لیکر گرفتار کرلیا جانا۔حتی کہ ان کے دینی تعلیمی اداروں کو بلا کسی ثبوت کے دہشت گردی کے اڈے قرار دینا، یہ سب سرکاری دہشت گردی کے زمرہ میں آتا ہے۔

سرکاری دہشت گردی کی واضح مثال گزشتہ مہینوں پیش آنے والا گجرات کا سانحہ بھی ہے۔ جہاں مسلمانوں کی جان، مال اور عزت وآبرو کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے برسہا برس پہلے سے پلاننگ کی گئی تھی، ووٹر لسٹوں سے مسلمانوں کے نام اور مکان نمبر نوٹ کیئے گئے، گاڑیوں کے نمبر نوٹ کیئے گئے، پولیس اور سرکاری عملہ کی سرپرستی میں مہینوں مسلمانوں کو جلایا جاتا رہا، گھروں کو لوٹا جاتا رہا، ماؤں وبہنوں کی عصمت دری کی جاتی رہی اور نہ جانے کیسے کیسے ظلم وستم ڈھائے گئے مرکزی سرکار بھی خاموش تماشائی بنی رہی بلکہ مودودی سرکار کو کلین چٹ دیدی گئی۔ سرکاری دہشت گردی کی یہ بدترین مثال ہے۔

غیر ملکی سطح پر بوسنیا ہرزے گووینا میں جو کچھ ہوا اور موجودہ دور میں فلسطین اور چیچنیا میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے یہ سب سرکاری دہشت گردی کی اعلیٰ مثالیں ہیں اور الٹے الزام مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے کہ یہی ہر جگہ دہشت گردی انجام دے رہے ہیں کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی کی متعدد صورتیں ہیں ۔حکومت کبھی ناانصافی کی یہ صورت اپناتی ہے کہ وہ کسی خاص طبقہ کے جائز حقوق ادا کرنے میں تساہل برتتی ہو مثلاً صفائی ستھرائی اور مواصلات روشنی و پانی جیسی بنیادی سہولیات سے محروم رکھے۔ یا ملازمتوں میں آبادی کے تناسب سے ملازمت کے مواقع نہ فراہم کرے تمام تر صلاحیتوں اور طاقتوں کے باوجود ایسا محض مذھبی یا گروہی تعصب کی بنا پر کیا جاتا ہے ایسی ناانصافیوں پر احتجاج کرنا مباح ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کی ناانصافی اور تفویض مناصب کی نامناسب ترجیحات کے بارے میں صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض (صحیح مسلم ص ۱۲۷ ج ۲)۔ احتجاجی ردعمل کے جواز کے ساتھ مسلمانوں کے اجتماعی مصالح کا تقاضہ یہ ہے کہ سیاسی حکمت عملی اپناتے ہوئے اپنے جائز حقوق کی حصولیابی کے لیے کوشاں رہیں اور اس جمہوری ملک میں جو اس کی جائز صورتیں مروج ہیں ان پر عمل پیرا ہوں۔

ناانصافی کی دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ کسی گروہ یا جماعت کے جان و مال اور عزت وآبرو پر حملہ کیا جائے اور اس کی بدترین شکلیں نسل کشی فسادات اک برپا ہوتا ہے ایسی صورت میں سارے مبتلا بہم

افراد پر اپنا دفاع کرنا تو واجب ہے اور ان مبتلا بہم اور مظلومین کا دفاع دوسرے لوگوں کے لیے جواز کی حدود میں آتا ہے۔

مظلومین کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا ہرگز دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آتا فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدعا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم

(سورہ بقرہ/۱۹۴)

اسلام نے مظلوم وغیر مظلوم دونوں کو ہی ظالم کو اس کے ظلم سے روکنے اور باز رکھنے پر ابھارا ہے فرمان نبوی ہے:

انصر اخان ظالماً او مظلوماً قالو یا رسول اللہ ہذا ننصرہ مظلوماً ، فکیف ننصرہ ظالما ؟ قال: تاخذ فوق یدیہ۔

(ص ۱۲۴ ج ۵ صحیح البخاری مع فتح الباری۔

ہندوستان جیسے ملک میں مسلم اقلیت چاہے وہ جس صوبے اور خطے میں رہتی ہو کسی صوبے یا شہر کے مسلمانوں پر ہونے والے فسادات ومظالم کے خلاف اس کے لیے آواز اٹھانا ضروری ہے اس لیے کہ بلوائی اور فسادی جماعت کا تعلق پورے ملک سے ہے اور ملک کے سارے مسلمان اسکے نشانے پر ہیں ایک علاقہ کے مسلمانوں کے لوٹنے اور مارنے کے بعد اس تجربہ سیف فائدہ اٹھا کر دوسرے علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کو تاخت وتاراج اور برباد کرنے کی وہ پلاننگ اور ریہرسل کرتے ہیں۔ اس لیے پورے ملک کے سارے ہی مسلمان فی الجملہ مبتلا بہ کا درجہ رکھتے ہیں اور خود اپنے دفاع کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے علاقہ میں ہونے والے مظالم کے خلاف احتجاج بلند کریں۔

اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم وزیادتی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہوں تو ایسی صورت میں مظلوموں کو ظلم کرنے والے گروہ کے ان لوگوں سے بدلہ لینا جائز نہیں جو بے قصور ہیں اور اس ظلم میں خود شامل نہیں ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ولا یجرمنکم شنأن قوم علی ان تعدلوا ، اعدلو ھو اقرب اللتقوی۔ (سورہ مائدہ ۸)

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ومن قتل مظلوما فقد جعلنا الولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً (سورہ اسراء/۳۳)

ایک گروہ میں ایک جگہ بھیڑ لگی ہوئی تھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں لوگ کیوں اکٹھے ہیں؟ صحابہ نے بتایا کہ وہاں ایک مقتول عورت کی لاش پڑی ہوئی ہے اسی پر بھیڑ ہو رہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما کانت ہذہ لتقاتل (یہ تو قتال میں شریک نہ تھی) پھر اسے کیوں قتل کیا گیا، اور اس غزوہ کی مقدمہ کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید تھے تو انہیں کہلا بھیجا: وعلی المقدمۃ خالد بن الولید فبعث رجلا فقال: قل لخالد: لاتقتل امراۃ ولا عسیفا

(مشکاۃ المصابیح ص ۳۴۳ ج ۲)

وفی روایۃ: لا تقتلوا شیخاً فانیاً ولا طفلاً صغیراً ولا امراۃ (بحوالا بالا)

اسلام بحالت جنگ بھی کمزوروں، بے بسوں، اور لاچاروں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا۔

اسی جیسے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ نے کفایت المفتی میں فتویٰ کچھ یوں تحریر فرمایا ہے:

''مجرموں کو گرفتار کرانا یا ان سے انتقام لینا تو صحیح ہے مگر اصل مجرم گرفتار نہ ہوسکیں تو ان کے عوض میں دوسرے بے گناہوں پر حملہ کرنا اور انہیں مارنا صحیح نہیں''

(ص ۳۳۹ ج ۹ کفایت المفتی)

مسلم ملکوں میں غیر مسلموں کو عقیدہ وعبادات کے سلسلے میں اپنے گھر کی چہار دیواری میں یا اپنی آبادیوں میں پوری آزادی حاصل ہے۔ انہیں قبول اسلام کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا لقولہ تعالیٰ: لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (سورہ بقرہ/۲۵۶) اس لیے ایمان واسلام کا تعلق تو قلب سے ہے طاقت یا تلوار کے زور پر کسی کو مسلمان بنانا بالکل غیر مفید ہے۔ فرمان باری ہے: افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (سورہ یونس / ۹۹) ولقولہ تعالیٰ: فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (سورہ کھف / ۲۹)

امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ کے دیہاتوں میں کافروں کو عبادت گاہ بنانے کی اجازت دی تھی لیکن صاحبینؒ نے اس رائے سے اختلا کیا اور صاحب ہدایہ نے دونوں اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ کے دیہاتوں میں اجازت اس لیے دی تھی کہ وہاں کی آبادی کی اکثریت ذمیوں پر مشتمل

تھی۔ لیکن شہروں میں جہاں اسلام کے شعائر کا غلبہ ہے وہاں غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہ بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

اسی طرح مسلم ممالک کے وہ دیہات جو مسلم آبادیوں پر مشتمل ہوں وہاں بھی اجازت نہ ہو گی صاحب ہدایہ نے اس قول کو اصح قرار دیا ہے۔ (ص ۴۵۷ ج ۴ ہدایہ)

اس وقت سرزمین پر وہ واحد ملک جس کے شہر یا دیہات کہیں پر بھی غیر مسلموں کو کسی طرح کی عبادت گاہ بنانے کی اجازت نہیں وہ سعودی عربیہ ہے وہاں غیر مسلموں کو اپنے دینی امور پر عمل پیرا ہونے کی اجازت تو ضرور ہے لیکن کھلے عام نہیں، ان اختصاص الجزيرة العربية بتحريم وجود معايد تقير المسلمين يعزز فرصة نجاح وعوة غير المسلمين الى الاسلام ۔ (صحیفۃ العالم السلامی/العدد ۱۸۴۸)

دکتور فہمی عادل بیومی اپنے مقالہ میں ذیلی عنوان " اكرامهم (غير المسلمين) على ترك دينهم " میں یوں رقم طراز ہیں: ويتعدىٰ الاكرفى حفظ غير المسلمين فى المملكة العربية السعودية فى انفسهم وامرا لهم و اعراضهم الى حفظ دينهم فيتركون وما يدينون ولا يكرهون على الدخول فى الاسلام ولا يعنى ذلك الرضابماهم عليه من الكفر والشرك ومع ذلك لم يجبر الاسلام غير المسلمين الى الاسلام (قال بعنوان: حقوق غير المسلمين فى المملكة العربية السعودية بين النص الشرعى والتطبيق الحضارى / صحيفة العالم السلامى / العدد ۱۸۴۸)

معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو ان کے شخصی قوانین میں مکمل آزادی حاصل ہے ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی جائز نہیں ہے حتی کہ ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے گا اور جبراً اسلام ان پر نہیں تھوپا جائے گا۔ ان سے طاقت سے زیادہ کام لینا اور ان کی چیزوں کو بغیر ان کی رضا کے لے لینا یا ان کے حقوق میں کسی طرح کی کمی کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ فرمان رسول ہے: امــلا فــن ظلـهـم معـاهـدا او نقص حقه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شئيا بغير طيب نفس فانا

خصمه یوم القیامة (رواہ ابوداؤد والبیہقی بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ ص۲۱۹ ج۶)

انسانی مشکلات ومسائل کے حل میں عدل وانصاف سے تجاہل اور بین الاقوامی تعلقات میں طاقت کا استعمال اور زبردستی کا طریقہ بہت ساری چپقلشوں اور جنگ وجدل کا سبب ہے دین اسلام جہاں پوری قوت وشدت کے ساتھ ظلم وزیادتی کو منع کرتا ہے تشدد اور دہشت گردی کو حرام قرار دیتا ہے وہیں عدل وانصاف، عفو درگزر باہمی گفت وشنید، عام انسانون کے درمیان تعلقات اور آپس میں رواداری پر بھی زور دیتا ہے۔ (بیان مکۃ/ مجمع الفقہ اسلامی مکۃ المکرمہ)

اسلام کا نظام عدل ومساوات اور غیروں پر عدم اعداء اور اسی طرح سے احترام انسانیت کا اصول اور عدم التعاون علی الاثم والعدوان اور بہت سے دیگر ایسے اصول وضوابط اسلام میں موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا سے دہشت گردی کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ دنیا جب تک اسلامی تعلیمات کو گلے نہیں لگاتی یہاں حقیقی چین وسکون خواب وخیال بنا رہے گا۔

ولا یجرمنکم شنأن قوم علی ان لا تعدلوو اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ کے اندر اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ساتھ بھی عدل وانصاف کو تھامے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری جگہ کھیتی باڑی اور نسل کشی چاہے کسی قوم وملت اور فرقہ کی ہو اسے مذموم قرار دیا ہے فرمان باری ہے: واذا سعىٰ فی الارض لیهلک الحرث والنسل والله لا یحب الفساد۔ (سورة بقرة /۲۰۶)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے سرکشی اور عدوان، ظلم وزیادتی سے منع فرمایا ہے: ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (بقرۃ/۱۹) احترام انسانیت کا اصول یوں بیان فرمایا: ولقد کرمنا بنی آدم و حملناهم فی البر والبحر (اسراء/۸۰) نیز اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہاں والوں کے لیے باعث رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے: وما ارسلناك الا رحمة للعالمین (سورہ انبیاء/۱۰۷)

ایک انسان کا دوسرے انسان کی طرف سے عزت واحترام کا تقاضہ یہ ہے کہ اسکی حفاظت و حمایت کی جائے اسی وجہ سے اسلامی شریعت نے ان کی جان ومال کو معصوم قرار دیا ہے، اسلامی نظامت حکومت میں ایک غیر مسلم کی جان ومال کی حفاظت وصیانت کے لیے وہی قوانین نافذ ہوتے ہیں جو ایک

مسلمان کے لیے اور سزا بھی اسکودی جائیگی جو مسلمان مجرم کو بھی دی جاسکتی ہے۔

(بیان المکۃ المکرمۃ/مجمع الفقہ الاسلامی)

شریعت نے جان و مال اور عزت وآبرو پر حملہ کے دفاع کی بھرپور اجازت دی ہے۔

دفاع عن النفس جمہور فقہاء (امام ابوحنیفہؒ، شافعہ اور مالکیہ) کے نزدیک واجب ہے، دکتور وھبہ زھیلی لکھتے ہیں: فيجب على المعتدى عليه ان يدافع عن نفسه فراى ابى حنيفة والمالكية والشافعيه وجوب دفاع کے اس صورت میں قائل ہیں جب کہ حملہ آور کافر یا جانور ہوں اور حملہ آور مسلمان ہونے کی صورت میں استسلام کے جواز بلکہ مسنون ہونے کے قائل ہیں بدلیل روایت ابی داؤد کن خیرابنی آدم یعنی قابیل وھابیل۔ (الفقہ الاسلامی ص۷۰۰ ج۵)

قائلین وجوب کے دلائل یہ ہیں :

۱۔ قوله تعالىٰ ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة

۲۔ فقاتلو التى تبغى حتى تفئى الى امرالله

۳۔ ممن اعتدى عليكم فاعتدو عليه بمثل مااعتدى عليكم

۴۔ وجزاء سكينه سيئة مثلا

اور ان کی ایک دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان کو بحالت اضطرار حرام چیز کھا کر بھی جان کی حفاظت کرنی واجب ہےتو قتل کی صورت میں بھی اپنے جان کی مدافعت واجب ہوگی۔

علامہ جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

وان الواجب على من قصده بالقتل ان عليه قتله اذا اكمنه وانه لا يسعه ترك قتله مع الامكان (ص۳۷۸ ج۲)

دفاع عن المال:

جمہور فقہاء کے نزدیک دفاع عن المال جواز کے درجہ میں ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ جبکہ

ماحق لیا جا رہا ہو اور مدافع عن المال پر کوئی قصاص عائد نہیں ہو گیا جبکہ اس نے مدافعت میں الاسہل فالاسہل کے اصول کو برتا ہوگا۔ جمہور کی دلیل ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے: قال جاء رجل فقال: یا رسول اللہ: ارایت ان جاء رجل یرید اخذ مالی؟ قال: فلا تعطہ مالک (وفی لفظ: قاتل دون مالک) قال: ارایت ان قاتلنی؟ قال: قاتلہ۔ قال: ارایت ان قتلنی؟ قال: فانت شہید قال ارایت ان قتلہ؟ قال ھو فی النار (رواہ المسلم واحمد نصب الرایہ: ۴/۳۴۷) بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۷۶۷ ج ۵)۔

حکم الدفاع عن العرض:

اگر کسی فاسق کی جانب سے کسی عورت کی عزت وآبرو پر حملہ ہو تو باتفاق فقہاء عورت کو اپنا دفاع بہر صورت کرنا واجب ہے کیونکہ غیر مرد کو اپنے اوپر قدرت دینا عورت پر حرام ہے اور ممکنہ دفاع کے ترک میں معتدی کو اپنے اوپر قدرت دینا لازم آتا ہے۔ اسی وجہ سے عورت کے لیے بجز معتدی کے قتل کے اور کوئی صورت نہ رہ جانے کے موقعہ پر اسکا قتل کر دینا واجب ہے۔ اگر وہ اسے قتل کر دیتی ہے تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی مرد کسی عورت کی آبرو لٹتی ہوئی دیکھ رہا ہو تو دیکھنے والے پر عورت کی طرف سے مدافعت کرنا حتی الوسیع واجب ہوگا گرچہ قتل ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو اور اسے اپنی جان کا خطرہ نہ ہو اس لیے کہ اعراض یعنی عزت وآبرو، حرمات اللہ فی الارض ہیں اسکی اباحت کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہو سکتی۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۷۰۹۔۷۰۹)

حق مدافعت کے حدود:

مدافعت کے حدود شریعت میں متعین ہیں اور وہ ہیں۔

الاخف فالاخف یا الاسہل فالاسہل کا اصول۔

چنانچہ اگر مدافعت، صرف زبانی گفتگو اور دیگر لوگوں کی مدد اور تعاون سے کر لی جاسکتی ہو تو ایسی صورت میں مدافع پر ضرب وپٹائی کرنا حرام ہوگا اور اگر مدافعت ہاتھ کی پٹائی سے ممکن ہو تو کوڑے کا

استعمال حرام ہوگا اور اگر مدافعت کوڑے کے استعمال سے پورے طور پر حاصل ہوسکتی ہو تو لاٹھی کا استعمال کرنا ممنوع ہوگا اور اگر مدافعت حملہ آور کے کسی عضو کو کاٹ کر ممکن وہ تو اس کا قتل کیا جانا حرام ہوگا اور مدافعت اگر صرف اور صرف قتل کرنے سے ہی ہوسکتی ہو تو مدافعت کے لیے ایسی صورت میں حملہ اور کا قتل مباح ہوگا۔ لیکن اگر حملہ آور تلوار وغیرہ کے ذریعہ ہلا بول دے تو مدافع کو اول ہلہ سے قتل کر ڈالنا مباح ہوگا ۔کیونکہ اب قتل کے سوا کوئی دوسری اخف اور اسہل صورت باقی ہی نہ بچی ہے۔

اور اگر کسی گروہ کی جان و مال اور عزت و ابرو پر دوسرا بڑا گروہ منظم حملہ آور ہو جیسا کہ فرقہ وارانہ فسادات کے موقعہ پر ہوا کرتا ہے تو ایسی صورت میں مبتلا بہ مسلمانوں پر اجتماعی مدافعت واجب ہوگی اور دیگر غیر مبتلا بہ مسلمانوں پر ان مظلومین کا حتی الامکان تعاون کرنا اباحت کے درجہ میں ہوگا۔ ولو عرض اللصوص لقافلة جاز لغير اهل القافلة الرفع عنهم

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۷۵۱ ج ۵)

هذا ما عندى والله اعلم بالصواب ۔ اشتیاق احمد الاعظمی

عید الفطر مبارک

بیرنگز کی دنیا میں قابلِ اعتماد ادارہ

نیو ٹیک بیرنگز ۔ فیصل آباد

SKF

Authorised Dealer

New Tech Bearings - Faisal Abad